Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور
Year 2022; Vol 01 (Issue 02)
PP. 50-61 https://journals.gscwu.edu.pk/

ثمینہ ناز

ایم ایس اردو سکالر، لودھراں

Samina Naaz

MS Urdu Scholar, Lodhran

سفر نامہ "کرن تتلی اور بگولے" فکری جائزہ

Travelogue "Butterfly Rays and Tornadoes" Intellectual Review

Abstract

Travel is part of human nature. He wants to get acquainted with the culture and way of life of the place where he is traveling. The First travelogue is “Ajaibat e Farang” the author of which is Yousaf Hussain Kambal posh. After him Sir Syed Ahmed khan, Allama Shibli Noumani and Muhammad Hussain Azad also wrote travelogues. The twinth century remained popolur because of travel. Travelogues of Shafiq ur Rehman, Ibn e Insha and Begum Akhtar Riaz ud Din came to light during this period. Women travelogues Sheen Farukh, Bushra Rehman and Parveen Atif. Parveen Atif wrote two Urdu travelogues “Kiran Titli Or Bagoly” and “Taper Wasni”.Her travelogues are beautiful gift in intellectual terms.

Keywords: Parveen Atif, Prose, Travelogues, Couture, Tradition.

سفر نامہ اردو زبان و ادب کا اہم سرمایہ ہے۔ سفر نامہ ایک قدیم بیانیہ صنف ادب ہے۔ جو انسان کے ذاتی تجربات، مشاہدات اور تاثرات پر مبنی ہوتا ہے۔ سفر نامے کا تمام تر مواد مسافر کے گرد پیش میں بکھرے ہوئے مناظر اور واقعات سے اخذ کیا جاتا ہے۔

ابتدا آفرینش سے لے کر اب تک انسان کی فطرت میں تجسس کا مادہ موجود ہے۔ اسی تجسس کی وجہ سے وہ ارد گرد کا جائزہ لیتا ہے اور واقعات کو ضبط تحریر میں لاتا ہے۔ جس طرح وقت کے ساتھ ہر چیز میں تبدیلی آئی اسی طرح سفر نامہ نگار کے شوق اور تجسس میں اضافہ ہوا ہے۔

سفر کرنا انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ جس جگہ کا سفر کرے وہاں کے رہن، سہن، تہذیب و ثقافت اور بود و باش سے بھی واقفیت حاصل کرے۔ تحسین فراقی "عجائبات فرنگ" کے مقدمے میں بیان کرتے ہیں۔

"سفر دنیا کی کسی قوم نے نہیں کیے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سیر و سیاحت

کا داعیہ تو انسان کی خمیر میں اس طرح موجود ہے۔

جس طرح فولاد میں جوہر، حضرت آدمؑ نوح انسانی کا اولین

شاہکار ہی نہیں سفر انسانی کا اولین عظیم استعارہ بھی ہے۔۔۔"(1)

سفر نامے کی تعریف مختلف ادباء نے مختلف طریقے سے کی ہے۔ کچھ ادیبوں نے اسے ام الاصناف کا نام دیا ہے۔ کیونکہ سفر نامے میں تمام ادبی لوازمات ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے اسے سوانحی ادب کہا ہے۔ کچھ اسے روزنامچہ یا ڈائری کہتے ہیں۔ کچھ اسے تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے پرکھتے ہیں۔ بحر حال سفر نامہ حالات و واقعات کے اظہار کا نام ہے۔ اور مناظر فطرت سے جذباتی وابستگی کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

مظہر مہدی اپنے ایک مضمون "بیسویں صدی میں اردو سوانحی ادب" میں بیان کرتے ہیں۔

"سفر نامے کا شمار اردو ادب کی ایسی صنف میں ہوتا ہے۔ جس میں

کئی اصناف کو برتا جاتا ہے۔ ایک سفر نامہ نگار ضرورت کے مطابق

اپنے موضوعات اور جذبات کے اظہار کی خاطر تاریخ، مکتوب، ڈائری

، روزنامچہ اور خودنوشت کی صنف اور اسلوب سے مدد لے کر اپنے

سفر نامے میں ادبیت پیدا کرتاہ"(2)

سفر نامے کی مکمل تعریف کرنا مشکل ہے۔ حالات و واقعات کا بخوبی جائزہ لے کر اپنے جذبات کو تحریری صورت میں اس طرح لانا کہ پڑھنے والا معلومات حاصل کرنے کے ساتھ لطف اندوز بھی ہو سفر نامہ کہلاتا ہے۔

اس طرح لکھے جانے والے سفر ناموں میں واقعات حقیقیت اور سچائی پر مبنی ہوتے ہیں اس میں تخیل کی کارفرمائی باقی اصناف صنف کے مقابلے میں کم ہو تی ہے۔

سفر نامے کے فن کے حوالے سے قدسیہ قریشی بیان کرتیہیں۔

"سفر نامہ مثبت یا منفی جذبات و خیالات اور اثرات کا مرکب ہے۔

سفر نامہ حالات اور واقعات سفر کا مربوط اور مکمل بیان ہوتا ہے۔اس

طرح سفر نامہ وہ طرز تحریر اور اسلوب بیان ہوتا ہے۔ جس میں انسان

یا سیاح اپنے داخلی احساسات، خارجی حالات کے ساتھ جوڑ کر اپنی ذہنی

دلی اور طبعی کیفیت ظاہر کرتا ہے۔۔"(3)

اچھا سفر نامہ نگار قاری کو خیالی دنیا میں سفر کرواتا ہے۔ گویا سفر نامہ ایسی نثری صنف ہے جس میں قاری لطف اندوز ہوتا ہے۔اس کے علاوہ مختلف ممالک کی زبان، معاشرت، تہذیب و ثقافت سے آگاہی بھی حاصل کرتا ہے۔ڈاکٹر آغا سہیل سفر نامے کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"سفر نامہ ایک معتبر اور وقیع صنف نثر ہے جس کے لیے

تبحر علمی کے ساتھ ساتھ وسعت نظر اور وسیع القلبی کی

ضرورت ہے۔ ذہنی افق جس قدر وسیع ہو گا جزئیات تک

معروفی رسائی اس قدر ممکن ہو گی۔۔"(4)

اردو سفر نامے کا آغاز یوسف خان کمبل پوش(۱۸۴۸ء۔۱۸۲۸ء) سفر نامہ "عجائبات فرنگ" سے ہوتا ہے۔جو میں ۱۸۴۷ء شائع ہوا۔اس لئے "عجائبات فرنگ" کو اردو کا پہلا سفر نامہ کہا جاتا ہے۔یوسف خان کمبل پوش ایک سیاح تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھسفر نامہ کی صنف نے بہت سے ارتقائی منازل طے کیے۔ اب سفر نامے معروضی اور موضوعی دونوں سطح پر لکھے جاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہاں جاسکتا ہے کہ نئے سفر نامہ نگار روایتی سفر ناموں کو یہ سوچ کر رد کرتے ہیں کہ یہ معلومات تو تاریخی کتب سے بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔اس لیے نئے سفر ناموں کا انداز ذاتی ڈائری کی طرح ہوتا ہے جس سے قاری لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ خود کو اس سفر کا حصہ سمجھتا ہے۔ آزادی کے بعد پہلا نام سلطانہ آصف فیضی کا نظر آتا ہے۔ جہنوں نے سفر نامہ "عروسِ نیل"۱۹۵۳ میں لکھا اور یہ سفر نامے کے نئے رجحانات کی جانب پہلا قدم ہے۔

مرزا حامد بیگ بیان کرتے ہیں۔

"ایک کھلی فضا ہے، روایتی جکڑ بندیوں سے آزادی کی

خواہش ہے ایک حد تک آزاد خیالی۔۔۔۔"(5)

بیسویں صدی میں سفر نامہ نگاری کو بہت فروغ ملا اس دور میں شفیق الرحمٰن نے "برساتی" کے عنوان سے سفر نامہ

لکھا۔ یہ سفر نامہ جنگ عظیم اور اس کے بعد میں یورپ اور مشرق وسطیٰ کی سفری روداد ہے۔ ۱۹۶۰ "دنیا مرے آگے" "تماشا مرے آگے" جمیل الدین عالی نے لکھے۔

۱۹۶۳ کا سال جدید سفر ناموں کے لیے خوش آئین ثابت ہوا۔ اسی دور میں بیگم اختر ریاض الدین نے شاہکار سفر نامے لکھ کر اردو سفر ناموں کو چار چاند لگا دیئے۔ ان کے سفر نامے "سات سمندر پار" اور "دھنک پر قدم" قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۹۶۶ میں ابنِ انشا کے دو سفر نامے "آوارہ گرد کی ڈائری" اور "چلتے ہو تو چین کو چلیے" سامنے آئے۔ ان کا تیسرا سفر نامہ "دنیا گول ہے "۱۹۶۹ میں شائع ہوا۔ ابنِ انشا نے اپنے سفر ناموں میں شگفتہ اسلوب کو اپنایا۔

۔ان کا سفر نامہ "ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں "خوب صورت اندازِ بیان لیے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ رام لعل کا سفر نامہ "زرد پتوں کی بہار" محمد خالد اختر کے سفر نامے "دو سفر" اور "سیاہ پھوڑا" فردوس حیدر کے سفر نامے

"دائروں میں دائرے" اور "یہ دوریاں یہ فاصلے" شین فرخ کے "نئی دنیا پرانی دنیا" اور "آوا گون" جمیل زبیری کے "مکران" "موسموں کا عکس" اور "دھوپ کنارا" شامل ہیں۔

بشریٰ رحمنٰ کے "براہ راست" اور "ٹک ٹک دیدم ٹوکیو" لکھے۔ پروین عاطف نے "کرن، تتلی اور بگولے" اور "ٹپرواسی" لکھ کر اردو سفر نامے کی روایت میں خوب صورت اضافہ کیا۔ اردو میں مظنوم سفر ناموں کی روایت بھی ملتی ہے جن میں یونس متین کا سفر نامہ "ایک چکر میرے پاؤں میں" سجاول خان رانجھا کا "گُہر کی تلاش "ڈاکٹر صابر آفاق کا "کثرتِ نظارہ" شامل ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ نے "نکلے تیری تلاش میں" "اندلس میں اجنبی" اور خانہ بدوش" جیسے شاہکار سفر نامے لکھ کر قاری کو اس صنف ادب سے محبت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور اسی طرح اردو ادب کی یہ صنف سفر نامہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں ہے روین عاطف کا پہلا سفر نامہ "کرن، تتلی اور بگولے" ہے

۔جو ۱۹۸۷ کو جنگ پبلیشر سے شائع ہوا۔ یہ سفر نامہ تین افراد پر مشتمل ہے۔ پروین عاطف جو پختہ عمر کی خاتون ہیں۔ ان کا انیس سالہ بیٹا ظلِ عاطف اور ظلِ عاطف کا پچیس سالہ پھوپھی زاد بھائی سعید شامل ہیں۔

تین لوگوں کی پسند ناپسند ترجیحات اور سوچ کو خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اس سفر نامے میں مشرقِ بعید کی رنگینیوں کا چلبلا عکس نظر آتا ہے۔ پروین عاطف کے اس پہلے مجموعے میں خارجی اور داخلی دونوں طرح کے حوالے

ملتے ہیں۔

وہ حالات کو دیکھتی پرکھتی ہیں اور پھر بیان کرتی ہیں۔ اس سفر نامے کا اختتام دوبارہ سے سفر کی خواہش پر ختم

ہوتا ہے۔ پروین عاطف کے شوہر اپنے انیس سالہ بیٹے کو زمباوے یونی ورسٹی میں داخل کروانے کا فیصلہ کر لیتے

ہیں یہ سفر نامہ "کرن، تتلی اور بگولے" کے عنوان پر پورا اترتا ہے۔ اس میں کرن جیسی شوخی بھی ہے اور تتلی جیسی اڑان بھی اور بیٹے کو اتنا دور چھوڑنے

پر ماں کی بگولے جیسی طاقت بھی نظر آتی ہے۔

پروین عاطف نے تمام موضوعات کی جامعیت کے ساتھ سمیٹا ہے۔ انہوں نے سفر نامے میں ایک

لگن اور رنگین انداز میں ترتیب کے ساتھ واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ جو انداز پروین عاطفنے اپنایا ہے اس کی مثال

کہیں اور نہیں ملتی ان سب وجوہات کی بنا پر پروین عاطف کے سفر نامے کا تحقیقی جائزہ کرنا ضروری ہے تاکہ سفر نامہ نگاری کے تمام موضوعات کُھل کر

سامنے آئیں۔ پروین عاطف تاریخی شعور اور عصری فہم کے ساتھ سفر نامے میں خوب صورت انداز کو تاریخی واقعات کے ساتھ عصری تناظر میں

پیشکر تیہیں جو قاری کے لیے معلومات میں اضافے کا باعث ہے۔ وہ منیلا کے سفر میں تاریخ کے جھروکوں کو بیان کرتی ہیں۔ وہ مصوری اور سنگ تراشی

کے شاہکار نمونے دیکھتی ہیں وہ یورپ کی فنِ مصوری پر داد دیتی ہیں۔

وہ اس طرحر قمطراز ہیں۔

"مصوری اور سنگتراشی کے ایسے نادر شاہکار اتنی کثرت اور ایسی لاپرواہی سے

بکھرے کوڑیوں کے دام؟ نہیں یہ صرف سیاسی اور معاشی طور پر ایک غیر یقینی

معاشرے کے بغیر کہیں بھی ہونا ناممکن نہیں تھا۔ فنکار جگہ جگہ ایک صوفیانہ

استغراق سے اپنی تخلیقات پر کام کر رہے تھے۔۔۔ سولہویں، ستارھویں، اٹھارہویں

صدی عیسوی میں یورپ میں فن مصوری اور سنگتراشی کا ارتقا کونہی گلیوں اور

چوباروں سے شروع ہوا تھا۔۔۔ فنونِ لطیفہ کی طرف ایسی لگن

ایسی دیوانگی میرے فہم سے باہر ہے۔(6)

فکری لحاظ سے سفر نامے کی اس لیے بھی اہمیت ہوتی ہے کہ اس میں مختلف موضوعات تہذیبی، سیاسی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی، تاریخی اور معاشرتی حالات جاننے کا موقع ملتا ہے۔ سفر نامہ نگار دوسرے ملک جا کر محب الوطنی کے جذبے کا اظہار کرتا ہے اور اپنے ملک اور دوسرے ملک کا موازنہ کرتا ہے۔ صبیحہ انور لکھتی ہیں۔

" بیسویں صدی کے بعد جتنے بھی سفر نامے سامنے آئے ان میں
تہذیب، معاشرت، رسم ورواج، حکومت، تجارت، تعلیمی، نظام
، صنعت وحرفت اور محب الوطنی کا جذبہ نظر آنے لگا۔"(7)

اس طرح پروین عاطف جب اپنی شناخت پاکستانی ملک کے حوالے سے کرواتی ہیں تو ان محب الوطنی کا جذبہ سامنے آتا ہے۔ وہاں مقیم غیر ملکی پاکستانی اکثر لوگ ذوالفقار علی بھٹو کیس کے حوالے سے جاننا چاہتے ہیں۔ پروین عاطف اس طرح بیان کرتی ہیں۔

"ہم شرمندہ ہیں کہ بھٹو کیس ہماری آنے والی نسلوں کی پیشانیوں
پر بھی ایک سیاہ داغ کی طرح نمایاں رہے گا۔"(8)

سری نگر کے سفر نامے میں وہ کشمیر کا ذکر کرتی ہیں۔ کشمیر میں ان کا بچپن گزرا جہاں وہ دلکش خوب صورت مناظر کا ذکر کرتی ہیں وہاں رکشہ ڈرائیور سے ان کی گفتگو تاریخ کے ورق کھولتی نظر آتی ہے وہ اس طرح لکھتیہیں

"۷۱/ ۱۹۷۰میں وادی کی نبضیں آپ لوگوں کے ساتھ دھڑکا کرتی تھیں آپ
روتے تھے تو ہم بھی روتے تھے۔۔۔شاید پہلی بار کشمیریوں نے آزادی کو اپنے آزادی
کو اپنے اندر سے اونچی آواز میں بولتے ہوئے سنا تھا آپ نے ایسٹ پاکستان گنوادیا
ہم منہ اٹھا اٹھا کر بین ڈالتے رہے۔۔۔"(8)

پروین عاطف کا تاریخ سے لگاؤ اتنا گہرا ہے کہ وہ سفر نامے میں تاریخی حوالے دیتی نظر آتی ہیں۔ اور یہی ان کے سفر نامے کی خوبی ہے کہ وہ دلچسپی کے عنصر کو برقرار رکھنے کے ساتھ معلومات میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔

سفر میں اگر ماضی کی یاد آجائے تو سفر کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔۔ سفر نامہ نگار خارج اور داخل دونوں کا اظہار کرتا ہے

قاری تخیل میں ہی ماضی کی دنیا کا سفر کر آتا ہے

ڈاکٹر جمیل جالبی بیان کرتے ہیں۔

"سفر نامے کے دوران گزرے واقعات کا بیان فطری عمل ہے

سفر نامہ نگار داخل اور خارج دونوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے سفر نامے

میں ذاتی زندگی کی عکاسی سے قاری کی دلچسپی سمیٹی جاسکتی ہے۔"(9)

۔پروین عاطف کا سفر نامہ افسانوی انداز کو سمیٹے ہوئے ہے وہ سفر کرتے ہوئے جن چیزوں کو دیکھتی جاتی ہیں ماضی کی یاد میں کھو جاتی ہیں۔

وہ لکھتی ہیں آپا میری ملکہ ثریا میرے بستر میں کانگڑی رکھ کر اسے گرم کرتے کرتے پوچھ رہی ہو گی۔ پینا کہاں ہے اماں سارے وہے جھولی میں ڈالے ابا سے نظریں رہی

ہو گی۔ پینا کہاں ہے اماں سارے وہے جھولی میں ڈالے ابا سے نظریں

رہی ہو گی۔ پینا کہاں ہے اماں سارے وہے جھولی میں ڈالے ابا سے نظریں چرائے بخاری میں دھڑ دھڑ لکڑیاں ڈال رہی ہو گی۔ ابا تیز تیز قدموں سے اماں چرائے بخاری میں

دھڑ دھڑ لکڑیاں ڈال رہی ہو گی۔ ابا تیز تیز قدموں سے اماں

کے گرد پھر رہے ہو گے۔۔۔۔ لہروں کی قلقل بیراگ ہی بیراگ تھا۔

ذاتی زندگی سے متعلق ایسی کئی باتیں ان کے سفر نامے میں نظر آتی ہیں جس سے پروین عاطف کی شخصیت ان کے گزرے دنوں کی یادیں، انہیں جاننے کا موقع ملتا ہے۔ وہ سفر نامے میں شروع سے لے کر آخر تک ماضی اور حال دونوں سے جڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کی گفتگو کا یہ عمل افسانوی یا تخیل کی پیداوار نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیان کی خوب صورتی نے فکری حوالے سے سفر نامے کو ایک نئی جلا بخشی ہے جس سے قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"کرن، تتلی اور بگولے" کا اہم موضوع نسائیت بھی ہے۔ پروین عاطف جہاں خوب صورتیوں اور لطیف جذبات کو بیان کرتی ہیں۔

وہاں پر ملک کی خواتین کے حوالے سے کہا جانے والا مشاہدہ اور تبصرہ بھی اہمیت رکھتا ہے۔ کسی بھی ملک اور معاشرے کی خواتین ان کا مقام و مرتبہ،

آزادی تعلیم اور شعور سفر نامے کا اہم حصہ ہیں۔ پروین عاطف جس

ملک کا بھی ذکر کرتی ہیں وہاں کی خواتین کو موضوع اظہار بناتی ہیں۔ خواتین کے اس اظہار کے پیچھے ان کی

گہری ہمدردی نظر آتی ہے۔ پروین عاطف جسم فروشی جیسے گندے کاروبار کا ذکر بھی اس طرح خاص زاویے سے کرتی ہیں کہ ان پر نفرت کی بجائے اور

ان کی حالت پر طنز کی بجائے ان پر ترس آتا ہے وہ عورت ہمیشہ لطیف جذبات کی مالکنازک پری سمجھتی ہیں وہ اس سفر نامے میں عورت کے اس روپ کو

دیکھتی ہیں جو لوہے کا خول چڑھائے ہوئے ہے۔

نازک پری سمجھتی ہیں وہ اس سفر نامے میں عورت کے اس روپ کو دیکھتی ہیں جو لوہے کا خول چڑھائے ہوئے ہے۔

عورت محض پیٹ کی بھوک کی خاطر اپنا جسم بیچ ڈالتی ہے۔ پروین عاطف لبرل اور ماڈرن ہونے کے باوجود روایتی عورت کے ساتھ نظر آتی ہے۔

"پتا نہیں ہماری آنکھیں گیلی کیوں ہوتی جا رہی تھیں شاید اس لیے کے چاروں طرف

سے ایک ہی آواز آ رہی تھی مانس گند مانس گند، فضا انسانی گوشت کی ہواڑ سے بوچھاڑ اور

بوجھل تھی۔ آگ، دھواں، گھٹن روح میں اتر رہے تھے پھر چند سکے ہوا میں

لہراتے عورت کی یخ بستہ نعش ترازو پر چڑھتی اور ارد گرد بیٹھے باگھ، کتے، گیدڑ لمبی

لمبی زبانیں نکال کر اس کی طرف بھاگتے، سب ہنس رہے تھے۔۔۔ کیا عورت

دراصل صرف ایک جسم ہے؟ زبان پر کڑوی کھاری سی تہہ جم گئی تھی"(9)

پروین عاطف عورت ہونے کے ناطے سے عورت کے دکھ درد کو سمجھتی ہیں۔ وہ عورت کو نیم عریاں دیکھ کر

کڑھتی ہیں وہ مغرب کے اس انقلاب کو انقلاب نہیں سمجھتی جس میں عورت کو کوئی عزت نہ ہو بلکہ چند پیسوں پر فروخت ہونے والے مال کو وہ گوشت کا

جسم کہتی ہیں جو جذبات اور احساسات سے خالی ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ بیان کرتی ہیں جسم تو پوری دنیا میں بکتے ہیں ہمارے ہاں تو سر بازار بھی بکتے ہیں اور گھروں کے

آنگنوں میں بھی بازار والیاں صرف جسم بیچتی ہیں اور خریداروں کو ٹھوکر مار کر باہر نکال دیتی ہیں۔ چار دیواری والیوں کو جسم کے ساتھ ساتھ روح کا بھی سودا

کرنا پڑتا ہے سوچ کا، تحت الذات کا ماضی کا مستقبل کا۔۔۔

پروین عاطف مغرب میں خواتین کی قدر و منزلت کا ذکر اس طرح سے کرتی ہیں ان کے اس رویے کے پیچھے تلخ حقائق اور سوچ کی گہرائی موجود نہیں ہے ۔انور سدید پروین عاطف کے حوالے سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"پروین عاطف نسائی لطافت کی بے حد ترش رد عمل کی سفر نگار ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے سفر نامے پڑھ کر لبوں کے ساتھ کڑوا ذائقہ چپک جاتا ہے اور زبان گنگ ہو جاتی ہے۔"(10)

سفر نامہ نگار جس ملک کا بھی سفر کرتا ہے وہاں کی تہذیب و ثقافت سے ضرور متاثر ہوتا ہے اور اس کا برملا اظہار کرتا ہے۔

قاری مختلف ممالک کی تہذیب و ثقافت سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔پروین عاطف کے سفر نامے میں بھی تہذیب و ثقافت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔وہ تاریخ، ثقافت اور فرد کو ساتھ لے کر چلتی ہیں وہ جس ملک بھی جاتی ہیں وہاں کے پس منظر میں فرد کو جانچتی اور پرکھتی ہیں۔وہ ہر چیز کو خاص اقدار کے آئینے میں دیکھتی ہیں۔وہ دوسرے ممالک کی تہذیب و ثقافت پر فتوے لگانے کی بجائے عزت کے تناظر میں رکھ کر پرکھتی ہیں۔

وہانسانیت کے ناطے سے جائزہ لیتی ہیں۔وہ سارے سفر نامے میں مثبت آنکھ سے دیکھتی ہیں وہ اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔میں جس علاقے میں نکل آئی تھی وہ شاید اندرونِ لاہور کی طرح شہر کا پرانا علاقہ ہو وہاں کی بیشتر عمارت تھائی لینڈ کے پرانے کلچر اور فنِ تعمیر کی عکاسی کر رہی تھی ۔۔۔۔دروازوں، کھڑکیوں بالکونیوں پر لکڑی کے نادر نقش و نگار تھائی لینڈ کی عظیم تہذیب کے غماز تھے۔

پروین عاطف تھائی لینڈ کے آرٹ ورک سے بہت متاثر ہوئیں وہ بدھا کے ان گنت عظیم الشان ڈھانچے دیکھتی ہیں انہیں تھائی لینڈ کی ہر انیٹ میں آرٹ کے مختلف نمونے نظر آتے ہیں۔

سفر نامے کی کامیابی کا انحصار اسی بات پہ ہوتا ہے کہ سفر نامہ نگار جس ملک کا سفر کرتا ہے وہاں کے کلچر سے ہمیں آگاہ کرتا ہے۔

سیاحت کا مقصد اس وقت پورا ہو جاتا ہے جب سفر نامہ نگار وہاں کی تہذیب و ثقافت، رہن سہن، بود و باش اور کلچر کی بھرپور

عکاسی کرتا ہے۔"(11)

پروین عاطف نے اپنے سفر نامے میں تھائی لینڈ کی تہذیب وثقافت، رہن سہن، بودوباش اور کلچر کو زبردست انداز سے بیان کیا ہے۔ وہ جگہ جگہ بیان کرتی ہیں۔

"Architectural Art" ان کی اینٹ، اینٹ میں سے "

اور کلچر کے دھارے بہہ رہے ہیں۔"(12)

پروین عاطف کائنات کے جس گوشے میں بھی سفر کرتی ہیں وہاں کی تہذیب وثقافت اور ماضی وحال سے واقفیت حاصل کرناچاہتی ہیں وہ لکھتی ہیں۔"کائنات کے ہر گوشے کے لوگ ان کے شہر ان کی تہذبیں ماضی حال سبھی کچھ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پارہ بھر دیتا ہے

سفر نامہ لکھنے کی پہلی شرط ہی وہاں کی تہذیب کو بیان کرناہوتی ہے تاکہ سفر نامے نگار قاری کو معلومات کی فراہمیہیا کرسکے۔ پروین عاطف نے اس شرط کو ملحوظ خاطر رکھاہے اس لیے سفر نامہ معلومات پہنچانے کا ذریعہ بن گیاہے۔ پروین عاطف کے سفر ناموں کی ایک سطح شخصی حوالے ہیں باتوں سے باتیں نکلتی ہیں اور ایسی باتوں میں انکی ذاتی یاداشتوں کا ذکر اتنازیادہ ہوجاتاہے کہ سیاحت نامہ دب کر رہ جاتا ہے۔ مگر پھر بھی انہوں نے توازن کا بھرپور خیال کیاہے۔

سفر نامہ اگر یاداشتوں کی صورت میں ہو تو اس میں شخصی حوالوں کا در آنا یقینی ہوتا ہے۔

انہوں نے خارجی اور داخلی حوالوں میں برابری رکھی وہ بنکاک کے سفر میں اپنے شوہر عاطف کا حوالہ اس وضاحت سے کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ جب آپ کا ساتھی ساتھ ہو تو اس کا ذکر تو آئے گا۔ میرا سفر کرنا اور ان کے ساتھ جانا اور سفر کے دوران انہیں یاد کرنا قدرتی سی بات ہے۔ پروین عاطف اپنے شوہر کے درمیانی تضادات کا بھی ذکر کئی جگہ پر کرتی ہیں اس طرح ان کے سفر نامے شخصی حوالے سے بھرپور انداز لیے ہوئے ہوتے ہیں ایک جگہ اس طرح کہتی ہیں میں اس (عاطف) کے ساتھ کرہ ارض کے کسی بھی حصے جاؤں پیرس، روم، امریکہ، افریقہ وہائیر پورٹ سے اتر کر ہوٹل کے کمرے چلاجاتا ہے وہی بند رہتاہے۔

ذاتی زندگی کی ایسی کئی باتیں ان کے سفر نامے میں ملتی ہیں۔ ہانگ کانگ کے سفر میں ان کے ننھیال کا ذکر ملتاہے نانا، نانی، ماموں اور ماموں کی فیملی کا ذکر کرتی ہیں۔ پروین عاطف جہاں جاتی ہیں شخصی حوالے ضرور دیتی ہیں اور یہیان کے سفر نامے کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا بلکہ ڈائری کے اس انداز سے قاری پروین عاطف کی ذاتی زندگی سے بھی آگاہی حاصل کرلیتاہے۔

پروین عاطف ایک باشعور تعلیم یافتہ اور گہرے مشاہدے رکھنی والی خاتون ہیں۔ وہ جس ملک میں بھی جاتی ہیں۔ قدیم اور جدید کا موازنہ کرتی ہیں۔

سفر نامہ نگار جس ملک کا بھی سفر کرتا ہے قدم قدم پر حقیقت کے خارزاروں

سے سامنا کرتا ہے۔ پروین عاطف بھی حقیقت پسند خاتون ہیں۔ بدھا کے ٹیمپل ہوں یا بنکاک کے نائٹ کلب

پروین عاطف حقیقت پسندانہ جائزہ لیتی ہیں۔ اس رات بنکاک کے اس وسیع و عریض بازار میں کسی کا کوئی چہرہ نہیں تھا کوئی ذہینننہیں تھا کوئی روح نہیں تھی صرف جسم

تھے ننگے جسم بھوکے جسم چپ جسم بولتے جسم مشتاق جسم بیزار جسم بس جسم جسم ہی جسم عورت کے جسم۔۔۔

ایسے اقتباسات پڑھ کر حقیقت کی کڑواہٹ زبان پر کھاری تہہ جما دیتی ہے مگر اس سے قاری آنکھیں نہیں موڑ سکتا پروین عاطف کوئی فتویٰ نہیں لگاتی

بلکہ حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں ان کے سفر نامے کی سبسے بڑی خوبی حقیقت نگاری ہے جس کا بر ملا اظہار ہر ملک کے سفر نامے میں نظر آتا

ہے۔

پروین عاطف کا سفر نامہ "کرن، تتلی اور بگولے" فن کے ساتھ فکر کی خوبیوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ فن اور فکر دونوں میں توازن ہے اس لیے سفر نامہ نگاری میں

"کرن، تتلی اور بگولے" ایک خاص مقام و مرتبے کا حامل ہے۔

اردو سفر نامہ نگاری میں ہمیں ایسی سفر نامہ نگار کم نظر آتی ہیں۔ پروین عاطف ایک باشعور تعلیم یافتہ اور گہرے مشاہدے رکھنے والی خاتون ہیں۔ عصری

حالات پر ان کی نظر ہے۔ ان ساری خصوصیات کا بر ملا اظہار ان کے سفر ناموں میں ملتا ہے۔

وہ اپنے سفر نامہ میں جس ملک کا بھی سفر کرتی ہیں وہاں کی ثقافت، مذہب، اور تہذیب قاری کے سامنے کھول کر رکھ دیتی ہیں۔

وہ سچ کی قائل ہیں اور حقیقت پسندانہ امور کا جائزہ لیتی ہیں۔ پروین عاطف ایک ایسی سفر نامہ نگار ہیں جو چند لفظوں اور جملوں میں بڑے بڑے تجربات اور

مشاہدات کو لپیٹ لیتی ہیں۔ وہ اچھے سفر نامہ نگار کے ساتھ اچھی ادیبہ بھی ہیں۔ وہ بات کرنے اور بات کہنے کا فن بخوبی جانتی ہیں۔

وہ سارے سفر میں قاری کو بھی شمولیت کا موقع دیتی ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں ان سب خوبیوں کی بنیاد پر پروین عاطف ایک عظیم سفر نامہ نگار

ہیں۔ ان کے یہ سفر نامے اردو ادب کے لئے ناقابل فراموش سرمایہ ہیں۔

حوالہ جات

1۔یوسف حسین خان کمبل پوش،"عجائبات فرنگ"مکتبہ لکھنو1898ء ص19

2۔مظہر مہدی،"بیسویں صدی میں اُردو سوانحی ادب"مشمولہ"بیسویں صدی میں اُردو ادب"مرتبہ گوپی چند نارنگ ساہتیہ اکادمی دہلی2002ء ص349

3۔قدسیہ قریشی،"اردو سفر نامہ انیسویں صدی میں"ساہتیہ اکادمی دہلی1978ء ص49

4۔رام لعل،"زرد پتوں کی بہار"اردو اکادمی لکھنؤ1982ء ص11

5۔مرزا حامد بیگ،ڈاکٹر،"اردو سفر نامہ کی مختصر تاریخ"اورینٹ پبلشرز لاہور2014ء ص97

6۔پروین عاطف،"کرن، تتلی اور بگولے"جنگ پبلیشرز لاہور،1987ء ص56

7-صبیحہ انور،"اردو سفر نامہ ایک جائزہ"قومی کونسل برائے فروغ اردو،2017ء ص20

8-پروین عاطف،"کرن، تتلی اور بگولے"جنگ پبلیشرز لاہور،1987ء ص190

9۔جمیل جالبی،ڈاکٹر"سفر وسیاحت کے دوران واقعات کا بیان"قومی وانگریزی لغت دہلی ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس ص21 سن،ن

10۔پروین عاطف،"کرن، تتلی اور بگولے"جنگ پبلیشرز لاہور،1987ء ص22

11۔سفر نامہ نمبر،مشمولہ سہ ماہی رسالہ الذبیر ص37

12-پروین عاطف،"کرن، تتلی اور بگولے"جنگ پبلیشرز لاہور،1987ء ص34